مولانا محمد اکرم مدنی
مدرس جامعہ سلفیہ

کفرانِ نعمت کی سزا

﴿وضرب الله مثلا قرية كانت آمنة مطمئنة ياتيها رزقها رغدا من كل مكان فكفرت بانعم الله فاذا قها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون﴾ (النحل:۱۱۲)

''اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی۔ اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران (ناشکری) شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو ان کے کرتوتوں کا بدلہ تھا۔''

قارئین کرام! مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اکثر مفسرین کرام کے نزدیک ''قریہ'' سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ یعنی یہ بستی گردوپیش کے علاقوں کی نسبت امن وامان اور اطمینان کا گہوارا تھی۔ یہاں غلہ اور رزق کی ہر لحاظ سے فراوانی تھی۔ اہل مکہ کے لیے معاشی اور اقتصادی طور پر کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں تھی۔ بدحالی اور بدامنی اور خوف وہراس کی جگہ امن وسکون کی زندگی تھی۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے سورۃ القصص میں ذکر فرمایا ہے' مشرکین اور کفار مکہ کہنے لگے: ﴿ان نتبع الهدى معك نتخطف من ارضنا. اولم نمكن لهم حرما آمنا يجبى اليه ثمرات كل شيء رزقا من لدنا ولكن اكثرهم لا يعلمون﴾ (القصص:۵۷) ''اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابعدار بن جائیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں۔ کیا ہم نے انہیں امن وامان اور حرم میں جگہ نہیں دی۔ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں۔ جو ہمارے پاس بطورِ رزق کے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے۔''

یعنی بعض مشرکین اور کفار نے اسلام وایمان کو قبول نہ کرنے کا یہ عذر پیش کیا کہ ہم اگر اسلام کو قبول کر لیں گے تو مخالفین کے ہاتھوں تکالیف ومصائب اور جنگ وجدل سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جس سے ہمارا امن وسکون غارت ہو جائے گا۔ تو اللہ رب العزت نے یہ جواب دیا کہ اے اہل مکہ تمہارا اسلام قبول نہ کرنے کا یہ عذر غیر معقول ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو جس میں یہ رہتے ہیں' امن والا بنایا ہے۔ جب یہ شہر ان کے کفر وشرک کی حالت میں امن وامان کی جگہ ہے تو کیا اسلام قبول کر لینے کے بعد وہ امن کی جگہ نہیں رہے گا؟ مزید فرمایا یہ تو وہ پُرامن شہر ہے جہاں امن کے ساتھ ساتھ رزق کی فراوانی بھی ہے اور ہر قسم کے پھل وفروٹ کی کثرت ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے۔ علاوہ ازیں اللہ رب العزت نے اہل مکہ کے لیے بطور احسان ذکر فرمایا ﴿اولم يروا انا جعلنا حرما آمنا ويتخطف الناس من حولهم افبالباطل يؤمنون وبنعمة الله يكفرون﴾ (العنکبوت:۶۷) ''کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو باامن بنا دیا ہے حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔ کیا یہ باطل پر تو یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔

مکہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے جس اطمینان اور امن وسکون اور رزق کی فراوانی کی دولت سے نوازا تھا' اس کا تقاضا یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا تو ان پر ایمان لاتے اور ان کے پیغام کو قبول کرتے۔ لیکن انہوں نے دیگر نعمتوں کی ناشکری کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی نعمت بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناشکری کی۔ جیسا کہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورۃ النحل کی مذکورہ آیت ﴿ضرب الله مثلا قرية﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ﴿فكفرت بانعم الله اى جحدت آلاء الله واعظمها بعثة محمد ﷺ﴾ یعنی اہل مکہ نے جہاں دیگر بہت سے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا اور ناشکری کی اور کفرانِ نعمت کا ارتکاب کیا۔ وہاں سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جیسی عظیم الشان نعمت کا بھی انکار کیا اور ناشکری کی۔

بقیہ: صفحہ 40 پر

مفلس کون ہے......؟

﴿عن ابى هريرة رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اتدرون ما المفلس؟ قالوا المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع فقال ان المفلس من امتى من ياتى يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة وياتى قد شتم هذا وقذف هذا واكل مال هذا وسفك دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضى ما عليه اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح فى النار﴾ (رواہ مسلم' کتاب البر' باب تحریم الظلم) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے' جس کے پاس (نقد) نہ کوئی درہم اور نہ کوئی ساز وسامان ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں بلکہ) میری اُمت میں سے مفلس وہ شخص ہے' جو قیامت کے دن نماز' روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا۔ (لیکن اس کے ساتھ ساتھ) وہ اس حال میں آئے گا کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر بہتان تراشی کی ہوگی' کسی کا مال کھایا ہوگا' کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پس ان (تمام مظلومین) کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی (تاکہ ان پر کیے گئے ظلم کی تلافی ہو جائے) پس اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں' قبل اس کے کہ اس کے ذمے دوسروں کے حقوق ادا ہوں' تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ کیونکہ نیکیوں سے اس کا دامن بالکل خالی ہو جائے گا۔''

قارئین کرام! مذکورہ بالا حدیث سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی کا التزام یعنی نماز' روزہ کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی وغیرہ کا اہتمام یقیناً مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ وہاں اس کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا خیال رکھنا اور اخلاقیات کا اہتمام اور معاملات میں درستی بھی نہایت لازمی ہے۔ نجات اسی شخص کی ہوگی جو بیک وقت اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا التزام بھی کرتا ہے اور بندوں کے حقوق بھی صحیح طور پر ادا کرتا ہے۔ اگر ایک آدمی اللہ کے حقوق ادا کرتا ہے' لیکن اللہ کے بندوں کے ساتھ اس کا رویہ ظالمانہ ہے' جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہے۔ کسی کو قتل کیا ہے' کسی کا مال کھایا ہے' کسی پر ناحق تہمت لگا کر اس کو معاشرہ میں بدنام کر دیا' کسی کو گالی دی اور کسی پر ناحق تشدد کیا تو قیامت کے دن ایسے انسان کی تمام نیکیاں لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اگر پھر بھی حق کی تلافی نہ ہوئی تو پھر مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ اب اس ظالم کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی' جس کی وجہ سے جنت میں داخل ہو سکے۔ بلکہ گناہوں کا جو بوجھ اس کے سر پر ہوگا' جس کی بناء پر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مفلس انسان وہ ہوگا جس کے پاس قیامت کے دن کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ جس کی وجہ سے وہ جنت میں جانے کا مستحق ہو۔ لہٰذا ہمیں دنیا میں ہی اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق اور ان کے معاملات درست رکھنے چاہئے۔ تاکہ ہماری نیکیاں محفوظ رہ سکیں۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حقوق اور اپنے بندوں کے حقوق صحیح طریقے پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)